رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا ۔

(الہام حضرت مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

الفضل

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۴ | ۲- ستمبر ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۴ ہجری | نمبر ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت ام المؤمنین و حضرت میرزا شریف احمد صاحب مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاں خدا کے فضل و کرم سے دختر نیک اختر تولد ہوئی ہے خدا تعالیٰ مبارک کرے ۔ اور محترم والدین کے لئے باعث فرحت بنائے ۔

ایک دو دن سے بارش برس کر بہت خوشگوار موسم پیدا کر رہی ہے ۔

۲۸- اگست ۱۹۱۶ء کو بوقت دوپہر زلزلے کے چند شدید جھٹکے محسوس ہوئے۔ جو کم و بیش دو منٹ تک جاری رہے۔ بیرونجات کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ زلزلہ دور دور تک اثر انداز ہوا ہے

اخبار احمدیہ

بنگال میں تبلیغ احمدیت

برہمن بڑیہ بنگال سے سید محمد عبد الواحد صاحب مبلغ تحریر فرماتے ہیں۔ تین آدمی جدید داخل سلسلہ حقہ ہوئے الحمد للہ اسوقت یہاں کے مبایعین کے صد ہفتم کا نمبر ۹ تک پہنچ گیا ہے ۔

دہلی سے جناب مولوی خلیل احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ پیر کے روز فوارہ پر میں تقریر کر رہا تھا۔ کہ یکایک پادری احمد مسیح آیا۔ اور مجھے جبراً روکنا چاہا میں نے کہا میں تمہارے کہنے سے اپنی تقریر نہیں روک سکتا جبکہ دو اڑھائی ماہ سے برابر میں اسجگہ پیر کے روز تقریر کیا کرتا ہوں۔ اس نے غصے میں آکر ہاتھ سے مجھے دھکا دیدیا میں خاموش رہا لیکن سامعین نے اس کی اس حرکت پر سخت نفرت کا اظہار کیا۔ افسوس! حضرت مسیح کی یہ تعلیم کہ تمہاری ایک گال پر اگر کوئی طمانچہ مارے۔ تو دوسری بھی اس کے آگے کر دو۔ ظاہرہ الفاظ میں بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کا عالمگیر ہونا نہایت مشکل ہے۔ حتے کہ پادری صاحبان جو اخلاق اور تہذیب کے بڑے مدعی ہیں۔ وہ بھی نفسانی جوش میں آکر اس تعلیم کو پس پشت پھینک دیتے ہیں۔ ہم پادری احمد مسیح کی اس قابل نفرت حرکت پر کہ اس نے تہذیب اور اخلاق کے خلاف کرنے کے علاوہ انجیل کے بھی خلاف کیا ہے۔ سخت افسوس کرتے ہیں ۔

میں بھی احمدی ہو گیا

جہاں خان صاحب اپنے احمدی ہونے کی نسبت لکھتے ہیں کہ یوں تو مجھے ابتدائے عمر سے ہی مذہبی کتب کے مطالعہ کا

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام ...)

شوق تھا۔ مگر ۲ فروری ۱۹۱۸ء کو جب میں ۶ سال کا ہو کر چک نمبر ۱۲ رکھ برانچ پہونچا۔ تو وہاں چوہدری عبداللہ خاں صاحب پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ چک مذکور کی تقریریں سننے سے زیادہ شوق بڑھا۔ کہ اصلیت کا پتہ لگایا جائے۔ میں اکثر بےچین رہا کرتا۔ اور خدا سے دُعائیں کیا کرتا۔ کہ اے خدا اھدنا الصراط المستقیم یعنے سیدھا اور جلدی ملنے والا رستہ دکھا اتفاق سے اوّل مدرس مدرسہ ہذا منشی الیاس دین صاحب بھی احمدیت کے سلسلہ میں منسلک تھے۔ انہوں نے میری بےتابی دیکھ کر میرے درد کا علاج شروع کیا۔ پھر کیا تھا۔ شوق کا انتہا نہ رہا۔ دن رات احمدیہ لٹریچر کے مطالعہ سے کام تھا۔ مگر دنیا کا کثیر حصہ غیر احمدی دیکھ کر دل گھبرا سا جاتا۔ غرض اطمینان قلب حاصل نہ ہوا۔ سنہ ۱۹۱۶ء سے میں وہاں سے تبدیل ہو کر چک ۱۹۲ رسول نگر رکھ برانچ متصل چک جھمرہ آیا۔ یہاں تمام غیر احمدی آباد ہیں۔ جون کے مہینہ میں سید رشید احمدؐ میڈیکل سٹوڈنٹ لاہور جو اسی چک کے رہنے والے ہیں۔ اور حال ہی میں احمدیت سے بغلگیر ہوئے ہیں۔ خوش قسمتی سے تشریف لے آئے۔ ان کا تبلیغی جوش اور اس گاؤں کے علم کے دعویداروں سے بحث دیکھ کر باسی کڑھی میں پھر اُبال آیا۔ اور اکثر اعتراضات سید صاحب موصوف سے حل کرائے۔ اکثر ان کی گفتگو اور تبلیغ کے متعلق لکچر سُنکر یکایک میرے دل نے کہا۔ آمنا وصدقنا کوئی شک کوئی اعتراض سوائے حجاب کے باقی نہ رہا۔ سید صاحب کی سرگرم کوششوں نے آخر حجاب بھی دور کر کے مجھے آمادہ کیا۔ کہ حضرت میاں صاحب محمود احمدؐ ایدہ اللہ بنصرہ کی درگاہ میں بیعت کا خط ارسال کروں۔ سو ایسا ہی کیا۔ جہاں سے منظوری کا خط استقامت کی دُعا لیکر موصول ہو چکا ہے۔ الحمد للہ میری مُراد پوری ہوئی۔ اب تمام احمدی بھائیوں سے عرض ہے کہ میرے لئے استقامت کی دُعا کریں۔ میرے احمدی ہونے پر گو لوگ مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر یہ مخالفت باعث ازدیاد ایمان ثابت ہو رہی ہے ؎

بصرہ سے انویم برکت علی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ الحمدللہ۔ جماعت کا اسجگہ باقاعدہ انتظام ہے۔ بابو عبدالرحیم صاحب سب پوسٹماسٹر سلسلہ سے اخلاص رکھتے ہیں۔ اگرچہ کام کی کثرت اس طرف توجہ نہیں ہونے دیتی۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل سے تبلیغ کے لئے مختلف اسباب پیدا ہوجاتے ہیں۔ ہمارا عربی زبان سے واقف نہ ہونا اسجگہ تبلیغ میں بڑی بھاری روک ہے۔ اور اس کا ہمیں خود افسوس ہے۔ ہم سب احباب مشورہ سے مختلف ذرائع تبلیغ پیدا کر لیتے ہیں۔ ابھی ایک عرب مولوی سے سلسلہ بحث شروع کیا ہے۔ حیات ممات مسیح کا مسئلہ درپیش ہے جمعہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ عید پر بھی سب دوست اکٹھے ہوگئے تھے۔ چندہ بھی باقاعدہ ادا ہوتا تھا۔ مختلف مقام پر رہنے کی وجہ سے دیر سے ملاقات کرتے ہیں۔ اسجگہ جمعہ میں پڑھاتا ہوں۔ مسیح موعود کا ذکر کرنے سے لوگ مباحثہ پر آمادہ ہوتے ہیں۔ کچھ غیر احمدی بھی شامل جمعہ ہوتے ہیں۔ رات دن مختلف مسائل پر بحث ہوتی رہتی ہے۔ خدا کے فضل سے کئی لوگوں میں تبلیغ ہو چکی ہے۔ اور انشاء اللہ یہ سرزمین حقیقت حال سے واقف کیجائیگی۔ ہمارے سب دوست مستعد اور ہوشیار رہتے ہیں ؎

درخواست دُعا

برادرم غلام حسن صاحب کا لڑکا محمد احمد چند روز سے سخت بیمار ہے۔ احباب اسکی صحت کے لئے دعا فرماویں ؎

نماز جنازہ

بابو الٰہی بخش صاحب فیروزپور سے اپنی اہلیہ کے لئے ملک کرم الٰہی صاحب بھیرہ سے اپنی والدہ صاحبہ کے لئے۔ اور ماسٹر عبدالعزیز صاحب ٹیچر ہائی سکول قادیان اپنے لڑکے کے لئے مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھ سے عبدالمنان صاحب کی اہلیہ کے لئے نماز جنازہ پڑھے جانے کی درخواست کرتے ہیں ؎

ایک احمدی خاتون کا ایثار

ایک احمدی خاتون نے اپنا ایک زیور (لونگ) ترقی اسلام کے لئے بھیجا ہے۔ خدا تعالےٰ احمدی مستورات میں کثرت سے یہ روح پھونک دے۔ تا وہ صحابہ کی عورتوں کی طرح صدقہ و خیرات کرنے میں کافی حصہ لیا کریں ؎

پشاور سے خبر موصول ہوئی ہے کہ وہاں میں روز کے اندر اندر قریباً پندرہ دفعہ زلزلہ آچکا ہے۔ لوگوں کو ہر وقت زلزلہ کے آنے کی فکر دامنگیر رہتی ہے ؎

اڑیسہ سے برادرم مکرم عبدالحلیم صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ اپنی طرف مخالفت میں سکون دیکھکر خاکسار نے ایک چھوٹا سا پمفلٹ "نبی کی پہچان" شائع کیا تھا۔ کہ جب مخالفت میں جوش آوے۔ تو موافقت میں قوت آتی ہے۔ سو الحمد للہ کہ میں ایک حد تک کامیاب بھی ہوا ہوں مباحثے شروع ہو گئے ہیں لوگوں نے زبانی اور تحریری سوالات میرے پاس بھیجنے شروع کر دئے۔ ہمارے سب دوستوں کو اسی طرح تبلیغی کوشش کرنی چاہیئے اور خدا کا فضل ہے۔ کہ اکثر حصہ جماعت کا ایسا ہی ہے

ظفروال سے برادرم محمد حسین صاحب حضرت کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ کہ مینے حضور کے اس ارشاد کو پڑھ کر کہ جہاں تک ہو سکے۔ ہر احمدی کو گورنمنٹ کی مدد کرنی چاہیئے۔ رنگروٹنگ افسر کی خدمت میں درخواست دی ہے۔ کہ اگر صاحب موصوف رنگروٹوں کی بھرتی کرنے میں مجھ سے خدمت لینا پسند فرماویں۔ تو میں تین ماہ کی رخصتی اور ایک سال کی فرلو رخصت لیکر مفت یہ خدمت دینے کو تیار ہوں ؎

تجارت میں شراکت

سید احمد نور صاحب کابلی مہاجر جو قریباً تیرہ سال سے قادیان میں تجارتی کاروبار کرتے ہیں۔ اب اپنی تجارت کو وسیع پیمانہ پر لانا چاہتے ہیں۔ اسلئے اگر کوئی صاحب ان کے ساتھ شراکت کرنا چاہیں۔ تو بذریعہ خط وکتابت فیصلہ کرلیں ؎

احمدی پٹواریوں کے لئے عمدہ موقعہ

گذشتہ سے پیوستہ پرچہ میں ہم جناب ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی۔اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول پورٹ بلیئر کی تار کی بناء پر ایک اطلاع شائع کر چکے ہیں۔ اب اس کے متعلق ماسٹر صاحب کے خط سے اس قدر اور معلوم ہوا ہے۔ کہ پچاس روپیہ ماہوار تنخواہ کے علاوہ مکان اور دو نوکر بھی مفت ملینگے۔ اور وہاں پٹواریوں کی ضرورت ہے۔ جو احمدی بھائی جانا چاہیں وہ اپنی درخواست بنام چیف کمشنر صاحب بہادر پورٹ بلیئر ارسال کریں۔ اس سے زیادہ اور کسی بات کے متعلق ہمیں علم نہیں۔ (ایڈیٹر الفضل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - ۲ ستمبر ۱۹۱۶ء

قانون رسم و رواج اور گورنمنٹ پنجاب

(نمبر ۲)

شریعت اسلام ایک ایسی کامل اور جامع شریعت ہے۔ کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ لیکن آہ! مسلمانوں نے اپنی بدبختی سے اسکی ایسی بے قدری کی۔ کہ اُسے بے فائدہ اور نقصان رساں سمجھ کر پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ اور اسکی جگہ خود ایجاد کردہ باتوں کو اختیار کر لیا۔ گویا انہوں نے اس شریعت حقہ کو جس کی نسبت خدا تعالٰے نے فرمایا تھا۔ اکملت لکم دینکم۔ کہ آج کے دن ہمنے تمہارے لئے تمہارا دین (اسلام) بالکل مکمل کر دیا ہے۔ نہ صرف نامکمل قرار دیدیا۔ بلکہ نقصان رساں سمجھ کر ناقابل عمل بھی کہدیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ اسلام سے بالکل بیگانہ ہو گئے اور انکی حالت ایسی خطرناک ہو گئی۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان کی اصلاح اور درستی کے لئے اپنا ایک برگزیدہ "مسیح موعود" مبعوث کیا۔ تا وہ انہیں تباہی اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچائے۔ اور شریعت اسلام پر چلنے کا راستہ دکھائے لیکن خدا تعالیٰ کی یہ سنت جسطرح پہلے پوری ہوتی رہی ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی پوری ہوئی۔ کہ مایاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ بہت سے نادانوں نے اس طبیب ربانی کو دشمن جان سمجھا۔ اور اپنی بدقسمتی کے باعث اس کے دست شفا بخش سے آب حیات پینے سے محروم رہ گئے۔ لیکن وہ روحیں جن کے حصہ میں ازل سے سعادت اور رشد آچکی تھی۔ انہوں نے آپ کو قبول کر لیا اور وہ شریعت اسلام جس کو نام نہاد مسلمان بالکل چھوڑ چکے تھے۔ دوبارہ تازہ ہونے لگی۔ لیکن اسلام کو بدنام کرنے والے مسلمانوں کی پیدا کردہ روکوں کی وجہ سے بعض ایسی مشکلات حائل ہو جاتیں۔ جن پر سے گذرنا اور عبور کرنا اگر ناممکن نہیں۔ تو ایک بڑی دقت کا سامنا ضرور تھا اور طرح طرح کی مصیبتوں کا شکار ہونا پڑتا تھا۔ مگر وہ خدا جس نے دین اسلام کے سرسبز اور تازہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ اسی نے ہمیں ایک ایسی عادل اور محسن گورنمنٹ بھی عطا کی کہ جسکے عہد حکومت میں ان روکوں اور مشکلات کو بآسانی دور بھی کیا جا سکتا ہے ؁

اِسوقت ہم جس معاملہ کے متعلق کچھ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ابتداء میں گورنمنٹ انگریزی نے جب مسلمانوں سے دریافت کیا کہ تم لوگ وراثت اور جائداد وغیرہ اُمور میں کیا طریق اختیار کرنا چاہتے ہو۔ آیا شریعت اسلام کے رو سے فیصلہ قبول کروگے۔ یا مروجہ رسم و رواج کے ماتحت۔ تو بہت سے مسلمانوں نے جو اسلام کے لئے ننگ اور عار کا موجب تھے۔ اور عملی طور پر شریعت اسلامیہ سے بالکل ناواقف اور کورے ہو گئے تھے۔ اور اپنی نادانی سے اُسے اپنے لئے نقصان رساں سمجھنے لگ گئے تھے۔ کہدیا ہم شریعت کے رو سے ایسے معاملات کا انفصال نہیں چاہتے۔ بلکہ رواج کے مطابق چاہتے ہیں۔ اور یہ آواز نہ صرف ان لوگوں کے منہ سے نکلی۔ جو محض جاہل اور رسمی مسلمان تھے۔ بلکہ بعض مولویوں۔ ملانوں اور گدی نشینوں نے بھی یہی کہا۔ اِس لئے گورنمنٹ صوبہ پنجاب نے پنجاب ایکٹ نمبر ۴ سنہ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۵ کی رو سے جانشینی وراثت جائداد اثاث۔ منگنی۔ نکاح۔ طلاق۔ مہر۔ تبنیت ولایت۔ نابالغی۔ غیر صحیح النسبی۔ خاندانی تعلقات وصیت نامجات۔ ہبہ۔ ترکہ۔ وصیتی تقسیم۔ متنازعہ فیہا معاملات کے فیصلہ کے لئے یہ قانون بنایا۔ کہ مقدم رواج پنجاب ہے۔ جبکہ متخاصمین رواج پنجاب کے پابند ہوں۔ اور پھر شریعت اسلام ہے۔ جبکہ متخاصمین مسلمان ہوں ؁

مندرجہ بالا قانون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ان کے نام مسلمانوں نے اپنی طرف سے اس مقصد کے لئے زور لگانے میں کہ شریعت اسلام کا نام و نشان اگر تمام سلطنت انگلشیہ سے نہیں تو کم از کم پنجاب میں سے تو ضرور ہی مٹ جائے۔ اور اسکی جگہ رسم و رواج کو دے دی جائے۔ لیکن گورنمنٹ برطانیہ کی عدل شعاری دیکھئے۔ کہ باوجود ایک غیر مذہب ہونے کے اس نے اتنا تو کیا کہ اس قانون میں ایک دفعہ یہ بھی رکھ دی۔ کہ ان امور میں فیصلہ کی بنیاد "شریعت اسلام ہے۔ جبکہ متخاصمین مسلمان ہوں"

اس وقت تک مندرجہ بالا قانون کی دفعات کے ماتحت ہی ایسے معاملات کا انفصال ہوتا ہے۔ لیکن اسطرح مجبوراً ہر ایک تنازعہ بہت طویل ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک تو حکام کو بہت زیادہ وقت صرف کرنا پڑتا ہے دوسرے فریقین پر اخراجات کا اس قدر بوجھ پڑتا ہے کہ ان کی حالت افلاس اور تنگدستی کے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔

ان مشکلات کو قریباً پچیس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ سے صوبہ پنجاب میں محسوس کیا جا رہا تھا۔ اور ضرورت معلوم ہو رہی تھی۔ کہ کوئی ایسا قانون بنایا جائے۔ جو ایسے مذہبی معاملات پر حاوی ہو۔ تا اس کے ماتحت آسانی سے فیصلے صادر کئے جایا کریں۔ اور مقدمات اس طرح طول نہ پکڑا کریں۔ اور اخراجات میں بھی کمی واقعہ ہو جائے حضور سر میکائل اوڈوائر لاٹ صاحب بہادر صوبہ پنجاب نے گذشتہ سال اسی معاملہ کے متعلق غور و خوض کرنے کے لئے ایک کانفرنس منعقد کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ جو ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۵ء میں بمقام شملہ منعقد ہوئی تھی۔ جسکے متعلق اسی وقت "الفضل" کے ذریعہ ہم نے اپنی جماعت کو آگاہ کر دیا تھا۔ اور ایک عمدہ موقع بتلا کر اس سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس کانفرنس کے تیئس ممبر بنائے گئے تھے۔ جنکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انہیں نہ صرف جوڈیشل۔ قانون اور انتظامیہ معاملات میں ہی تجربہ حاصل ہے۔ بلکہ وہ شہری اور قصباتی پبلک کی معاشرت اور رسم و رواج سے بھی ذاتی واقفیت رکھتے ہیں ؁

اس کانفرنس نے اب اس معاملہ کے متعلق اپنی رپورٹ

مسئلہ کفر و اسلام

"ہم نہایت فخر اور دلی خوشی کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ کے ان رشحات قلم سے اخبار الفضل کے صفحات کو مزین کرتے ہوئے امید رکھتے ہیں۔ کہ آپ آئندہ بھی اپنے بیش بہا معلومات سے نہ صرف ہمیں بلکہ تمام جماعت احمدیہ کو مستفیض فرماتے رہیں گے ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں۔ جن کے ذریعہ ہم آپ کی خدمت اقدس میں دست بستہ عرض کریں۔ کہ جماعت احمدیہ نہایت اضطراب اور بے چینی سے آپ کے وجود باجود سے بیش از بیش بہرہ اندوز ہونے کے لئے مضطرب ہے۔ اسلئے آپ اُٹھیئے اور جہاں اور بہت سی مہمات دینیہ کی انجام دہی فرماتے ہیں۔ وہاں انجانوں کو سلطان القلم ابن سلطان القلم ہونے کا بھی ثبوت دیجئے۔ ہم اس سے زیادہ گذارش کرنا آپ کی شان میں بے ادبی سمجھتے ہیں۔ اس لئے آنجناب کی ذات والاصفات سے بڑی بڑی اُمیدیں رکھتے ہوئے اپنے قلم کو روک لیتے ہیں"۔ (خادم ایڈیٹر)

اس وقت تک مسئلہ کفر و اسلام پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ میں نے خود اس مضمون پر ایک مختصر سا رسالہ "کلمۃ الفصل" گذشتہ سال لکھا تھا۔ جو چھپ چکا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی تک اس مسئلہ پر کچھ اور لکھنے کی گنجائش ہے کیونکہ گاہے گاہے مختلف مقامات سے اس مسئلہ کے متعلق یہاں سوالات پہنچتے رہتے ہیں۔ اور گو عام طور پر اب اس کو حل شدہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جب تک کسی مسئلہ کو نہایت سہل طریق سے بوضاحت نہ بیان کیا جائے۔ وہ نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے میرا ارادہ ہے کہ نہایت مختصر اور عام فہم پیرایہ میں اسپر کچھ لکھا جاوے۔ تا اگر اللہ تعالےٰ چاہے۔ تو ہمارے گم کردہ راہ احباب کے لئے یہ ہدایت کا سامان ہو ٭

چونکہ باریکیوں میں پڑنے اور تفصیلات میں جانے سے عوام الناس کے لئے مضمون اور بھی مشتبہ ہو جاتا ہے اس لئے میں انشاء اللہ تعالےٰ ایسی تمام پیچیدہ باتوں سے پرہیز رکھوں گا۔ وما توفیقی الا باللہ

میں نے اپنے فہم کے مطابق مسئلہ کفر و اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ غیر احمدیوں کا اسلام کیسا ہے۔ اور کن معنوں میں وہ مسلمان ہیں۔ اور کن میں مسلمان نہیں۔ دوسرے یہ کہ غیر احمدیوں کو کافر کہنے سے ہماری کیا مراد ہوتی ہے ٭

غیر احمدیوں کا اسلام

مضمون اول کے لئے سب سے پہلے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے واسطے لفظ "اسلام" اپنے اندر صرف ایک مفہوم رکھتا ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا یا بالفاظ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلام کا لفظ صرف اپنی حقیقت کے لحاظ سے مستعمل تھا یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مسلم کے نام سے موسوم نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی کسی مذہب نے آنحضرت صلعم سے پہلے اسلام کا نام پایا۔ گو حقیقت کے لحاظ سے پہلے مذاہب بھی اسلام ہی تھے۔ اور گذشتہ انبیاء کے پیرو بھی مسلمان تھے۔ لیکن جیسا کہ تاریخ اس امر پر شاہد ہے۔ وہ کبھی اس نام سے موسوم نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ گذشتہ تمام مذاہب بوجہ قیود زمانی اور مکانی کے کامل نہ تھے۔ اس لئے ان پر اسم ذات یا علم کے طور پر اسلام کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔

لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہ مذہب لائے جو ان قیود سے آزاد ہے۔ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت ہر طرح سے کامل شریعت ہے۔ اس لئے آپ کی بعثت سے یہ تبدیلی واقع ہوئی۔ کہ آپ کا لایا ہوا مذہب نہ صرف حسب دستور سابق اپنی حقیقت کے لحاظ سے اسلام ہوا۔ بلکہ علمیت کے طور پر اسکا نام بھی اسلام رکھا گیا۔ اسی طرح آپ کی طرف منسوب ہونے والے لوگوں کا نام مسلمان ہوا۔ گویا کہ آپ کی بعثت کی وجہ سے اسلام کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ ایک وہی پرانے حقیقی مفہوم کے لحاظ سے اور دوسرے بطور علم یعنی اسم ذات کے۔ گویا بجائے ایک کے دو دائرے قائم ہو گئے۔ ایک حقیقت کا اور دوسرا علمیت کا اب یہ بالکل ظاہر ہے۔ کہ علمیت کے دائرہ پر زمانہ کا کوئی اثر نہیں۔ وہ اسی طرح قائم رہیگا۔ جیسا کہ ایک دفعہ ہو چکا یعنی آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہونے والی قوم ہمیشہ سے ہی مسلمان کہلائے گی۔ اور جو کوئی بھی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیگا۔ اس دائرہ کے اندر آ جائیگا۔ لیکن حقیقت کا دائرہ جو علمیت کے دائرہ کے اندر ہے۔ اُسکا یہ حال نہیں۔ بلکہ حقیقت کے متعلق سنت اللہ یہی ہے۔ کہ وہ آہستہ آہستہ مدہم ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے اسلام میں مجددین کے سلسلہ کو جاری فرمایا ہے۔ تا حقیقت پر جو میل آ جاوے وہ اُسے دھوتے رہیں۔ اور حقیقت کو روشن کرتے رہیں۔ لیکن اسلام پر ایک وقت ایسا بھی مقدر تھا۔ جب اس کی حقیقت بالکل محو ہو جانی تھی۔ اور ایمان دنیا سے کامل طور پر اٹھ جانا تھا۔ (جیسا کہ لوکان الایمان معلقا بالثریا اور بعض دیگر احادیث نبوی و آیات قرآنیہ سے ظاہر ہے) ایسے وقت کے لئے نبی کریم کی دوسری بعثت صفت احمدیت کے ماتحت اپنے ایک نائب کے ذریعہ مقدر تھی۔ اس نائب کا دوسرا نام مہدی اور مسیح ہے۔ وہ محمد رسول اللہ کا نائب مسیح اور مہدی دنیا میں آیا۔ اور اس نے مطابق سنت مرسلین پھر حقیقت اسلام کا دائرہ قائم کیا۔ اس لئے اب جو شخص اسکو قبول نہیں کرتا اور اس کی تکذیب کرتا ہے۔ وہ حقیقت اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ لیکن اگر وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ تو وہ علمیت کے دائرہ سے خارج نہیں۔ اور کوئی شخص حق نہیں رکھتا۔ کہ اُسے مطلقاً دائرہ اسلام سے خارج قرار دے۔ یا غیر مسلم کے نام سے پکارے۔ وہ مسلم ہے اور حق رکھتا ہے۔ کہ اس نام سے پکارا جائے۔ مگر ہاں نائب ختم الرسل کے انکار نے اُسے بیشک حقیقت کے دائرہ سے خارج کر دیا ہے ٭

خوب یاد رکھو۔ کہ اب آسمان کے پردے کے نیچے محمد رسول اللہ کے سوائے کسی شخص کی ایسی شان نہیں ہے۔ کہ اسکا انکار انسان کو ہر قسم کے اسلام سے خارج کر دے مسیح موعود ع خواہ اپنی موجودہ شان سے بھی بڑھ کر شان میں

نزول فرماوے - مگر اسکا انکار اسکے منکرین کو صرف حقیقت اسلام کے دائرہ سے خارج کر سکتا ہے - اس سے زیادہ ہرگز نہیں - میں اپنے ذوق اور تحقیقات کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتر کر باقی تمام انبیاء سے افضل یقین کرتا ہوں - اور اس کے ثبوت کے لئے بفضل تعالےٰ اپنے پاس نہایت قوی دلائل رکھتا ہوں جن کے بیان کا یہ موقعہ نہیں - مگر پھر بھی میرا یہی ایمان ہے - کہ مسیح موعودؑ کا انکار مطلقاً اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتا - اور اگر کوئی یہ کہے کہ اصل چیز تو حقیقت ہے - علمیت کا دائرہ کوئی چیز نہیں - تو میں اس سے متفق نہیں ہوں گا - کیا خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہونا - محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین یقین کرنا - قرآن کریم کو خدا کا کلام اور کامل شریعت جاننا - اور اسلام جیسے پیارے نام کی طرف منسوب ہونا کچھ بھی نہیں؟ یقیناً ہے اور بہت کچھ ہے - خدا تعالےٰ تو نکتہ نواز ہے - وہ رحم کرنے پر آئے - تو اس نام کی طرف نسبت رکھنا ہی بہت کچھ ہے - بھلا بتاؤ تو سہی - کہ اگر علمیت کا دائرہ کچھ نہیں - تو کس چیز نے غیر احمدیوں کو ہندوؤں - یہودیوں اور عیسائیوں کی نسبت ہمارے بہت زیادہ قریب کر رکھا ہے - غرض یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیئے - کہ مسیح موعودؑ کا انکار صرف حقیقت اسلام کے دائرہ سے خارج کرتا ہے - مطلقاً اسلام سے خارج نہیں کرتا ٭

یہی وجہ ہے - کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں اپنے منکروں کو اسلام کے دائرہ سے خارج بیان فرمایا ہے وہاں بعض جگہ بڑے بڑے صاف الفاظ میں ان کو مسلمان بھی لکھا ہے - بعض نادان اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود پر اعتراض کر دیتے ہیں - کہ کہیں آپ کچھ لکھتے ہیں - اور کہیں کچھ - وہ اتنا نہیں سوچتے - کہ جب خاتم النبیین کی بعثت نے اسلام کو دو دائروں میں تقسیم کیا ہے - تو پھر یہ بالکل ممکن ہے - کہ ایک شخص باوجود ایک دائرہ سے خارج ہو جانے کے دوسرے دائرہ کے اندر داخل رہے - غرض حضرت مسیح کے کلام میں کوئی تناقض نہیں ہاں ہمارے بعض احباب کی عقلوں پر پردہ ہے - کہ وہ ایسی موٹی بات نہیں سمجھ سکتے - میں چیلنج کرتا ہوں تمام غیر مبایعین احباب کو - کہ وہ مجھے یہ دکھا دیں - کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں حقیقت اسلام کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے منکروں کو مسلمان کہا یا لکھا ہو - اسی طرح میرا یہ بھی دعوےٰ ہے - کوئی صاحب ایسا حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے - کہ جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے عام طور پر قومی رنگ میں ذکر فرماتے ہوئے اپنے منکروں کو مسلمان کے سوا کسی اور نام سے یاد کیا ہو - حالانکہ میں بفضل خدا ایک نہیں بیسیوں ایسے حوالے پیش کر سکتا ہوں - جن میں حضرت مسیح موعودؑ نے غیر احمدیوں کو مسلمان کہا - اور لکھا ہے - اور نیز بیسیوں ایسے حوالے جن میں آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ غیر احمدیوں کے اسلام سے انکار کیا ہے - فتدبروا -

میں نے اپنے رسالہ "کلمۃ الفصل" میں کافی ذخیرہ ایسے حوالوں کا جمع کر دیا ہے - جس کو موقعہ ملے - وہ اس رسالہ کو دیکھے - یہاں صرف نمونہ کے طور پر دیکھئے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام عبدالحکیم خان مرتد کو لکھتے ہیں ٭

"خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے - کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے - اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے"

اس تحریر میں حضرت مسیح موعود نے کس وضاحت کے ساتھ اپنے منکرین کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے - مخالف ہزار سر پیٹے اس تحریر کی صفائی کو مکدر نہیں کر سکتا ٭

پھر آپ نے اپنی ۲۶ - دسمبر ۱۹۰۶ء والی تقریر میں غیر احمدیوں کی نسبت فرمایا - کہ

"اللہ تعالےٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جب تک وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہ راست پر نہ آجاویں - اور اس مطلب کے لئے خدا تعالےٰ نے مجھے مامور کیا ہے" ٭

دیکھئے - حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں - کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک غیر احمدی مسلمان نہیں ہیں - جب تک وہ مسیح موعودؑ پر ایمان لا کر اپنے عقائد کو درست نہ کریں ٭

پھر آپ اپنی کتاب اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں ٭ کہ

"جب میں دہلی گیا تھا - اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی گئی تھی - تب ان کی ہر ایک پہلو سے گریز دیکھ کر اور ان کی بد زبانی اور دشنام دہی کو مشاہدہ کر کے آخری فیصلہ یہی ٹھہرایا گیا تھا - کہ وہ اپنے عقائد کے حق ہونے کی قسم کھاوے - پھر اگر قسم کے بعد ایک سال تک میری زندگی میں فوت نہ ہوا - تو میں تمام کتابیں اپنی جلا دوں گا - اور اس کو نعوذ باللہ حق پر سمجھ لوں گا - مگر وہ بھاگ گیا" ٭

دیکھئے اس تحریر میں حضرت مسیح موعودؑ نے کس دھڑلے کے ساتھ مولوی نذیر حسین کے مقابلہ میں صرف اپنے عقائد کو ہی اسلام قرار دیا ہے - اور مولوی مذکور کو جو غیر احمدیوں میں دین اسلام کا ایک رکن سمجھا جاتا تھا - اسلام سے خارج بتایا ہے - ایسے اور بھی بہت سے حوالے ہیں - مگر اس مختصر سے مضمون میں انکی گنجائش نہیں - اس قسم کے حوالوں کے مقابلہ میں دوسری قسم کے بھی بیسیوں حوالے ہیں - جنکو عند الضرورت پیش کیا جا سکتا ہے - خلاصہ کلام یہ ہے - کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقت کی رو سے ہمیشہ اپنے منکروں کو اسلام سے باہر قدم رکھنے والے سمجھا ہے - مگر ہاں اسمی اور رسمی طور پر ان کو مسلمان بھی کہا اور لکھا ہے - اس حقیقت کو حضرت مسیح موعود کا ایک الہام بھی خوب واضح کر رہا ہے - جو یہ ہے ٭

"چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند"

اس میں جناب باری تعالےٰ نے غیر احمدیوں کو صاف طور پر مسلمان بھی کہا ہے - اور پھر صاف طور پر ان کے اسلام کا انکار بھی کیا ہے - پس اب ہم مجبور ہیں - کہ غیر احمدیوں کو عام طور پر ذکر کرتے ہوئے مسلمان کے نام سے یاد کریں کیونکہ کلام الٰہی صاف طور پر حضرت مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کے نام سے پکار رہا ہے - اسی طرح اب خواہ کوئی کتنا ہی بڑا انسان غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھے - ہم مجبور ہیں - کہ اس کی ایک نہ سنیں - کیونکہ وہی کلام الٰہی واضح اور غیر تاویل طلب الفاظ میں ان کے اسلام کا انکار کر رہا ہے ٭ فتدبروا

(باقی آئندہ)

عالم نسواں

مستورات کے متعلق اسلام اور ویدک دھرم کا مقابلہ

جسطرح انسان خود محدود اور ایک کمزور ہستی ہے۔ اسی طرح اسکی عقل اور علم بھی محدود اور کمزور ہے۔ بہت سے کام ہیں۔ انسان ان کو اس لئے کرتا ہے۔ کہ ان سے نفع حاصل کرے لیکن انسانی عقل اور علم اُسکا ساتھ نہیں دیتے۔ وہی امور جو نفع حاصل کرنے کی غرض سے وہ کرتا ہے بعض اوقات اس کے لئے سخت مضر ثابت ہوتے ہیں۔ اور اسے بجائے ترقی کے تنزل اور بجائے کامیابی کے خسارہ اور سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے کشتی پر سوار ہوتا ہے۔ تا منزل مقصود پر پہنچے۔ مگر وہ الٹتی ہے۔ اور غرق کر دیتی ہے۔ لذیذ کھانا کھاتا ہے۔ مگر وہی اس کو کسی مہلک مرض میں مبتلا کر کے راہی ملک عدم بنا دیتا ہے۔ شادی کرتا ہے۔ تا اُسکا دل شاد ہو۔ مگر وہی شادی مرگ ہو جاتی ہے۔ ایک شخص کو اپنا رفیق اور دوست سمجھتا ہے۔ مگر وہی اسکے لئے ملک الموت ہو جاتا ہے۔ بہت سے کام اس لئے کرتا ہے کہ اس کو عزت حاصل ہو۔ مگر ذلت اور رسوائی اٹھاتا ہے۔ اپنے آرام کے لئے مکان بناتا ہے۔ مگر زلزلے سے ڈھیر ہو جاتا ہے۔ یا جلکر کوئلہ ہو جاتا ہے۔ غرض اس قسم کی ایک نہیں دو نہیں بلکہ ہزاروں مثالیں ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انسانی علم و عقل ایسی کامل نہیں۔ کہ اسپر بکلی اعتماد کیا جاسکے خدا تعالےٰ نے انسان کے اس ضعف اور کمزوری پر رحم کھا کر اسپر یہ احسان کیا کہ اپنی طرف سے ایک شریعت نازل فرمائی۔ جسکا دوسرا نام مذہب ہے۔ انسان کو فائدہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور تجربہ میں بہت سے نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ نے ازراہ کرم ان نقصانات سے انسان کو بچانے کے لئے جو کہ کسی مفید چیز کو تجربہ سے حاصل کرنے سے ہوتے ہیں اپنی طرف سے خود طریق بتا دئے اور خدا تعالےٰ کے بتائے ہوئے طریق کبھی غلط اور ناقص نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جس طرح وہ اپنی ذات میں غیر محدود ہے۔ اسی طرح اس کے علم و عقل کی بھی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالےٰ نے حسب استعداد انسانی وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق مختلف زمانوں میں شریعت کو نازل فرمایا۔ حتےٰ کہ اس نے ایک شریعت کامل جہاں کامل کے لئے یعنی تمام دنیا کے لئے نازل فرمائی۔ جسکا نام اسلام ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے۔ دین و دنیا کی سلامتی کی راہ پاتا ہے۔ اور جس کی حقیقت اس کے نام سے ظاہر ہو رہی ہے۔

ہمیں اس مضمون کے لکھنے کی تحریک "جیون تت" کے ایک نوٹ بعنوان "اپنی پوتی کا سویمبر رچیں گے" پر ہوئی جس میں ایک آریہ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ بہت سے نوجوان آریہ انٹرنس پاس شدہ اعلےٰ خاندان کے ایک جگہ جمع ہوں۔ اور اس کی پوتی جسکی عمر چودہ برس کی ہے۔ ان نوجوانوں کے مجمع میں نکلے گی۔ اور جس کو پسند کرے گی اس کے گلے میں مالا ڈالدیگی۔ اور پھر اس نوجوان سے اُس کی شادی کر دیجائے گی۔ اور یہ سب کچھ وید کے مطابق ہوگا۔ گویا وید کی تعلیم کے مطابق عورت خود اپنے لئے شوہر منتخب کر سکتی ہے۔ اور صرف نوجوان خاندانی۔ مالدار خاوند ہونا چاہیئے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ جو تعلیم اسلام نے اس کے متعلق دی ہے۔ وہ زیادہ قابل قدر اور مفید ہے۔ یا وید کی مذکورہ بالا تعلیم۔

شریعت اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ تنکح المرأة لاربع لمالها ولحسبها وجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين۔ کہ دنیا میں نکاح چار باتوں کے لئے کیا جاتا ہے۔ یا تو مرد دیکھتا ہے کہ عورت یا عورت دیکھتی ہے کہ مرد مالدار ہے یا نہیں۔ یا طرفین کی نگاہ خاندان پر ہوتی ہے۔ یا حسن اور جمال پر مگر کامیاب حقیقت میں وہ ہے جسکی نگاہ دینداری پر ہو۔ اگر وید کی تعلیم بھی یہی ہوتی۔ تو آریہ عورتیں اپنے خاوندوں کی صحبت میں اور آریہ مرد اپنی نیک بیویوں کی صحبت میں نیکی کے عادی ہو کر اپنے نیک دھرم کے رو سے بری جوگوں سے تو محفوظ رہتے۔ کیونکہ صحبت کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم فرماتا ہے کونوا مع الصادقين۔ نیک اور راستبازوں کی صحبت اختیار کرو۔ جتنے گہرے تعلقات میاں بیوی کے رشتہ میں ہوتے ہیں کسی اور رشتہ میں ہرگز نہیں ہوتے۔ اس لئے اس رشتہ میں اس بات کی زیادہ احتیاط درکار ہے۔ عورت کے لئے مرد نیک ہو۔ مرد کے لئے عورت نیک۔ ایک اور جگہ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ الخبيثت للخبيثين والخبيثون للخبيثت۔ والطيبت للطيبين والطيبون للطيبت۔ کہ بد عورتوں کا رشتہ بد مردوں سے ہی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اس قابل نہیں۔ کہ کسی نیک مرد کے گھر رکھی جائیں۔ اسی طرح برے مردوں کا رشتہ بھی بری عورتوں سے ہی ہونا چاہیئے۔ وہ بھی اس قابل نہیں۔ کہ ان کے گھر میں کسی نیک عورت کو رکھا جائے۔ اور اسی طرح پاک عورتوں کا رشتہ پاک مردوں سے اور پاک مردوں کا پاک عورتوں سے ہونا چاہیئے۔

اس تعلیم کا فائدہ یہ ہے۔ کہ پاک اجتماع سے اولاد صالح ہوگی۔ اور پھر یہ کہ اسپر عمل کرنے سے بدی کا قلع قمع ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے جہاں تک ہو سکے گا۔ مرد و عورت اپنے اعمال کی صلاحیت کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ فطرةً انسان چاہے خود بدعمل ہی ہو۔ یہی خواہش کرتا ہے۔ کہ اس کو نیک صالح عورت ملے۔ اور اسی طرح عورت کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے۔ کہ اس کو کوئی نیک مرد ملے۔ تا محرموں سے ناجائز تعلق رکھ کر اس کی خوشی کو پامال کرنے والا نہ ہو۔ فطرت کے اس تقاضے پر جب یہ تعلیم دی جائے۔ کہ بدعمل عورتوں کا رشتہ بدعمل مردوں سے ہو۔ اور بدعمل مردوں کا رشتہ بدعمل عورتوں سے ہو۔ تو فریقین اپنی عملی اصلاح کی کوشش کریں گے۔ اور یہی تو مذہبی غرض کا ایک بڑا بھاری زینہ ہے۔ کہ بدوں اس کے وصال الٰہی ناممکن ہے۔

پس اس تعلیم پر چلنے سے بدی دنیا سے بآسانی مٹ سکتی ہے۔ اور پھر اس تعلیم سے غرباء کو بھی شادی کرنے میں مشکلات کا سامنا نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ بوضاحت خدا تعالےٰ نے یوں فرمایا ہے۔ ولامة مومنة خير من مشركة ولو اعجبتكم ولعبد مومن خير من مشرك ولو اعجبكم۔ ۲/۱۱۔ کہ ایک نیک خادمہ اس قابل ہے۔ کہ تم اُس سے شادی کرو۔ بہ نسبت اس عورت کے جو حسب نسب مال اور جمال والی تو ہو مگر بدعمل ہو۔ اسی طرح تمہارا ایک نوکر نیک اس قابل ہے کہ اُس کو تم اپنی

لڑکی دو۔ بہ نسبت اس مرد کے جو خاندانی اور خوبصورت ہے۔ مگر اسکے عمل اچھے نہ ہوں۔ لیکن برخلاف اسکے اس آریہ مہاشہ کے اعلان سے ویدکی یہ تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ کہ مال و دولت حسب نسب اور صورت شکل دیکھ کر خود عورت اپنے لئے کسی مرد کو منتخب کرلے۔ اس طریق سے تعلقات زن و شوئی جسقدر نقصان رساں ثابت ہو سکتے ہیں ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک عقلمند تھوڑی سی توجہ سے معلوم کرسکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم اس کے بالکل خلاف ہے۔ اور ایسا ہی ہونا ہی چاہیئے تھا۔ تاکہ وہ نقص جو دوسری صورت میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ دور ہو جائیں۔

جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔ کہ مردوں کے متعلق تو فرمایا۔ کہ تم بدعمل عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ مردوں کو اس معاملہ میں اپنا آپ مختار بنایا ہے لیکن عورتوں کے متعلق مردوں کو کہا ہے۔ کہ لاتنکحوا المشرکین۔ تم اپنی لڑکیوں کا نکاح بدعمل مردوں سے نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورتوں کے نکاح کی باگ اس کے وارثوں کے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ لا نکاح الا بولی۔ کہ عورت کا نکاح اس کے ولی بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جسکا کوئی ولی نہ ہو۔ اسکا ولی امام وقت قرار دیا ہے اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ عموماً عورت خواہ کتنی ہی تربیت یافتہ کیوں نہ ہو۔ اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے مردوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ نہ عقل میں نہ فہم میں نہ علم میں نہ تجربہ میں نہ طاقت میں نہ رعب میں۔ اسلئے اگر انتخاب شوہر کے لئے اسے اختیار دیا جاسکے۔ تو اکثر حالتوں میں اس کا انتخاب ناقص ہوگا۔ جسکا خمیازہ اُسے اُسوقت بھگتنا پڑیگا جبکہ تیر از کمان رفتہ والی بات ہوگی۔ اسی نقص کے دور کرنے کے لئے اسلام نے اس معاملہ میں عورت کو خود مختار نہیں بنایا۔ بلکہ مرد کے ماتحت رکھا ہے۔ تاکہ وہ خوب تحقیق اور تدقیق کے بعد انتخاب کرے۔ ہاں اسلام نے یہ بھی نہیں رکھا کہ ہر حالت میں جو کچھ ولی کہے۔ وہی لڑکی کے لئے منظور کرلینا فرض ہے۔ بلکہ اسے بھی یہ اختیار دیا ہے۔ کہ ولی جو انتخاب کرے اس کے متعلق اپنی رائے ظاہر کردے۔ اور اگر اُسکو منظور نہو۔ تو نہکیا جائے۔ جس جگہ ولی اور عورت دونوں کی رائے متفق ہو وہاں کیا جائے۔

لیکن وید کی تعلیم کی رُو سے عورت کا انتخاب ناقص ہے۔ اس لئے وید کی تعلیم نہ صرف یہ کہ مکمل نہیں۔ بلکہ فرقہ اناث کے لئے سخت خطرناک اور نقصان رساں ہے۔

اب ناظرین اندازہ کرلیں۔ کہ اسلام عورت کے آرام اور آسائش کا کہاں تک خیال رکھتا ہے۔ اور وید کہاں تک۔

کیا نبی وہی ہوتا ہے جسکا نام مفرد ہو

ایک شخص لکھتا ہے۔ کہ ابتداء آدم سے اب تک جسقدر رسول آئے ہیں۔ ان سب کے اسماء ایک لفظ کے تھے۔ مثلاً یونس۔ ادریس۔ موسٰے۔ ہارون۔ مگر مرزا صاحب کا نام دو لفظوں میں ہے اسلئے آپ نبی نہیں ہو سکتے۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم اس بات پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ باوجود اسکے کہ اس قسم کے لایعنی اور فضول سوالات مسلمانوں کی روحانیت کے مردہ ہونے پر بڑے زور سے دلالت کررہے ہیں لیکن پھر بھی وہ کسی مصلح کے قبول کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ یہ سوال کرنیوالا اول تو یہ بتلائے۔ کہ اسے کسطرح معلوم ہوا۔ کہ سنت اللہ یہی قرار پا چکی ہے کہ انبیاء کے اسماء ایک ہی لفظ کے ہوتے ہیں۔ کیا قرآن کریم کی کسی آیت کا یہ مفہوم ہے یا آنحضرت صلعم کی کسی حدیث میں یہ آیا ہے۔ اگر نہیں اور واقعہ میں نہیں تو کیا اسے سنت اللہ قرار دینا اور ایک نبی کے پہچان کی علامت سمجھنا صریح دیدہ دلیری نہیں۔ اگر کہو چونکہ اتنے لمبے عرصہ میں خدا تعالٰی نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا۔ کہ جسکا نام دو لفظوں میں ہو اسلئے معلوم ہوا۔ کہ یہی سنت اللہ ہے تو بھی ایک فضول بات ہے جبکہ خدا تعالٰے نے کہدیا ہے۔ کہ ہم نے بعض انبیاء کا ذکر ہی نہیں کیا تو انکے نام کسطرح معلوم ہو گئے۔ قرآن شریف میں خدا تعالٰے آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ ورسلا قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک یعنی بہت سے پہلے رسولوں کی اطلاع خدا تعالٰی نے آنحضرت کو بھی نہیں دی جب آپ کو نہیں دی گئی۔ تو اور کون ہے۔ جسے دیگئی ہو۔

اسلئے یہ دعوٰی ہی غلط ہے کہ تمام انبیاء کے نام مفرد تھے۔ اور اگر بفرض محال درست بھی ہو۔ تو یہ کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ اسبات کا ثبوت نہ قرآن کریم سے ملتا ہے نہ احادیث سے۔ نہ پہلے صحف انبیاء سے۔ اور ایک عقلمند انسان تو نبی کی یہ علامت سنکر حیران ہو جائیگا۔ کہ نبی وہی ہوتا ہے جسکا نام مفرد ہو۔ گویا نبوت کا سب طرح مدار نام پر ہے۔ نہ کہ کام پر۔ لیکن اگر اس دعوٰی کو قبول کرلیا جائے۔ کہ نبی وہی ہوتا ہے جسکا نام مفرد ہو۔ تو اسکا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ قرآن میں مذکور انبیاء میں سے بھی بعض انبیاء کی نبوت کا انکار کرنا پڑے گا۔

کون نہیں جانتا کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے اور آپ کا یہ نام مرکب ہے عربی والوں نے اسکے دو حصے کئے ہیں۔ ایک سمع اور دوسرا ایل۔ اور عبرانی والے بھی اس نام کے دو حصے کرتے ہیں۔ ایک یسمع اور دوسرا ایل۔ تو معلوم ہوا کہ عبرانی کے لحاظ سے یسمع اور ایل اور عربی کے لحاظ سے سمع اور ایل دو لفظوں سے یہ نام مرکب ہے۔ سمع کے معنے ہیں سُن لیا۔ اور ایل کے معنے ہیں خدا۔ ایل درحقیقت عربی زبان کے لفظ آیل سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں قدرت رکھنے والا۔ لوٹنے والا۔ تو چونکہ خدا تعالٰے اپنے بندوں پر رحم اور کرم کی وجہ سے لوٹتا یعنی متوجہ ہوتا ہے۔ اسلئے اسکا یہ نام ہوگیا جسطرح عربی میں خدا تعالٰے کا ایک نام تواب ہے۔ اور اسی وجہ سے کہ خدا اپنے بندوں کی طرف فضل کے ساتھ لوٹتا ہے۔ تو سمع ایل کے معنے ہیں خدا نے سنا۔ اسی بگڑ کر اسمٰعیل بنگیا۔ اور بائبل میں اس نام کے رکھے جانے کی یہی وجہ لکھی ہے چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھوٹی بیوی ہاجرہ ان کی بڑی بیوی سارہ کے تنگ کرنے سے گھر سے نکلی۔ تو خداوند کے فرشتے نے اسے میدان میں پانی کے ایک چشمہ کے پاس پایا۔ یعنی اس چشمہ کے پاس جو سور کی راہ پر ہے اور اس نے کہا۔ کہ اے سری کی لونڈی ہاجرہ تو کہاں سے آئی۔ اور کدھر جاتی ہے۔ وہ بولی۔ کہ میں اپنی بی بی سری کے سامنے سے بھاگی ہوں اور خداوند کے فرشتہ نے اسے کہا۔ کہ تو اپنی بی بی کے پاس پھر جا اور اس کے تابع رہ۔ پھر خداوند کے فرشتے نے اسے کہا۔ کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا۔ کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائیگی۔ اور خداوند کے فرشتے نے اسے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی۔ اسکا نام اسمٰعیل رکھنا۔ کہ خداوند نے تیرا دکھ سُن لیا۔ پیدائش باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۱۔ اب یہ دلیل پیش کرنیوالا بتائے۔ کہ خدا۔ اور سن لی۔ دو الگ الگ لفظ ہیں یا نہیں۔ اور یہ بھی بتلائے۔ کہ نام مرکب ہیں یا مفرد۔ پس اگر حضرت اسمٰعیل باوجود مرکب نام رکھنے کے نبی ہو سکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مرکب نام کی وجہ سے نبی نہیں بن سکتے۔ پھر حضرت ابراہیم کا نام ابی اور رہام سے مرکب ہے۔ اور اسکے معنی ہیں بلندی کا باپ۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

معارفِ قرآن مجید

ازافاضاتِ سیدنا امیرالمومنین خلیفۃ المسیحؑ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

"حضرت امیرالمومنین خلیفۃ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے فرمودہ درس قرآن شریف کو الفضل نے جس طریق سے شائع کرنا شروع کیا ہے۔ وہ جسطرح ہماری جماعت کے لئے ایک بے نظیر مجموعہ معارف اور مخزن نکات ہے۔ اسی طرح اس کے حاصل کرنے میں بھی خاص دل اور گردہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو چیز جتنی بیش قیمت اور نافع کثیر ہوتی ہے۔ اتنی ہی زیادہ محنت اور مشقت سے حاصل ہؤا کرتی ہے۔ اگرچہ الفضل نے اپنی طرف سے درس قرآن کے شائع کرنے کی کوشش نہ پہلے کم کی ہے۔ اور نہ آئندہ کرےگا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی مصلحت اسی میں معلوم ہوتی ہے۔ کہ ناظرینِ کرام اس وقت تک انتظار کی زحمت اور برداشت کریں جب تک کہ ان کے شوقِ دید میں کافی اثر نہ پیدا ہو جائے۔

فی الحال میں نے ناظرین کرام کی خاطر اپنی ذمہ داری پر اسطرح کرنا چاہا ہے۔ کہ حضرت خلیفہ ثانی کے روزانہ درس سے "کچھ" لیکر شائع کر دیا کروں۔ تاکہ احباب کرام کی کچھ نہ کچھ روحانی تواضع ہوتی رہے۔ چنانچہ آج سے اس کی ابتداء کیجاتی ہے۔ اور یہ عمل اسوقت تک جاری رکھنے کی کوشش کی جائےگی۔ جب تک کہ باقاعدہ درس شائع نہ ہو۔ موجودہ صورت میں اگر کوئی غلطی اور فروگذاشت ہوئی۔ تو اس کا ذمہ دار میرا فہم ناقص اور ذہن نارسا ہوگا۔ سیدنا حضرت خلیفہ ثانی کی ذات والاصفات اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہوگی۔ بہتر اسکے کہ میں اس اہم خدمت کی ابتدا کروں اپنی قصور علم و فہم کا اعتراف کر لینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں اور کچھ جانتا ہوں یا نہیں مگر اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو خوب جانتا ہوں اور اہل نظر سے عفو کا طالب ہوں" غلام نبی (بلانوی)

۱۶۔ جولائی ۱۹۱۶ء

نبی کے ساتھ عذاب کا آنا ضروری ہے

کسی نبی کے مبعوث ہونے کے بغیر دنیا میں عذاب نہیں آتا۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں اس بات کی نفی فرماتا ہے کہ کوئی نبی نہ آئے۔ اور دنیا پر عذاب آجائے۔ اور اسے ظلم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں لوگوں کو آگاہ نہ کیا گیا ہوگا۔ اور عذاب دیدیا ہوگا۔ پس جسطرح نبی کا آنا عذاب کے آنے کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جب عذاب آئے۔ تو ضرور کوئی نہ کوئی نبی بھی آیا ہو۔ کیونکہ جسطرح عذاب اسوقت تک نہیں آسکتا جب تک کہ نبی نہ آئے۔ اسی طرح نبی نہیں آتا۔ جب تک کہ عذاب نہ آئے گویا یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے جب کسی قوم پر عذاب آئے۔ تو یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ اس میں نبی بھی ضرور آیا ہے۔ اور اگر سارے جہان پر عذاب آئے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی ایسا نبی مبعوث ہؤا ہے۔ جو سارے جہان کی طرف بھیجا گیا ہے۔

ہمارے مخالفین کا اعتراض

آجکل ہمارے مخالفین کہتے ہیں۔ کہ تم بار بار کہتے ہو۔ کہ چونکہ دنیا پر عذاب آرہے ہیں اس لئے ضروری ہے۔ کہ کوئی نبی آئے۔ حالانکہ ہم یہ اپنی طرف سے نہیں کہتے۔ بلکہ قرآن کہتا ہے۔ تاہم وہ ہماری طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ کیا اس زمانہ سے پہلے بغداد پر تباہی نہیں آچکی۔ سپین سے مسلمان نہیں نکالے گئے۔ بنو امیہ کے ساتھ عرب کی تباہی نہیں ہو چکی۔ پھر کیا مختلف ممالک میں عذاب نہیں آچکے۔ آج سے پہلے بھی طاعون۔ وبائیں۔ قحط وغیرہ پڑتے رہے ہیں۔ پہلی سلطنتیں تباہ ہوتی رہی اور بنتی رہی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اس وقت تو کوئی نبی نہ آیا۔ مگر آج ہم سے منوایا جاتا ہے۔ کہ چونکہ دنیا پر عذاب آرہے ہیں۔ اسلئے ضرور ہے کہ ایک نبی آیا ہو۔ اس کو قبول کر لو۔ ہم اس کو کسطرح قبول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر اس زمانہ میں عذاب کی وجہ سے کوئی نبی آسکتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسکے آنے سے پہلے جب کبھی عذاب آئے اس وقت کوئی نبی آیا ہو۔ اگر اب آیا ہے۔ تو پہلے بھی ضرور آنا چاہیئے تھا۔ اور اگر پہلے نہیں آیا۔ تو اب بھی نہیں آسکتا۔

اعتراض کا جواب

لیکن یہ اعتراض قلت تدبر اور نادانی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اول تو یہ شرط قرآن کریم نے لگائی ہے کہ نبی کے ساتھ عذاب کا آنا ضروری ہے۔ اور جب عذاب آئے۔ تو نبی کا آنا ضروری ہے اب اگر کوئی شخص اس بات پر اعتراض کرتا ہے۔ تو اس کا اعتراض ہم پر نہیں۔ بلکہ قرآن کریم پر ہے۔ اس لئے اس کا جواب دینا جیسا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ویسا ہی اس کے لئے بھی ضروری ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے۔ کہ عذاب آنے کی بھی ایک شرط ہے۔ دیکھو ایک گھر پر عذاب آتا ہے۔ مگر اس کے لئے نبی نہیں بھیجا جاتا۔ ایک کنبہ پر عذاب آتا ہے۔ لیکن اس کے لئے کسی نبی کا آنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن قرآن کریم میں جہاں کسی قوم پر عذاب آنے کا ذکر ہے۔ وہاں اس میں نبی کے آنے کا بھی ضرور ذکر ہے۔ یعنی عذاب اسی قوم پر آیا ہے۔ جس کی طرف کوئی نبی مبعوث کیا گیا۔ اس کے سوا کسی دوسری پر نہیں۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم تمام جہان کی طرف مبعوث ہوئے۔ تو تمام جہان پر عذاب آیا۔ اب چونکہ کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر وہی جو آپ کا ظل اور بروز ہو۔ اور جب وہ آپ کا ظل ہوگا۔ تو ضرور ہے۔ کہ تمام جہان کی طرف مبعوث کیا گیا ہو۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس وقت عذاب بھی کسی خاص علاقہ اور خاص حصۂ ملک پر نہ آئے۔ بلکہ ساری دنیا پر آئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد سے لیکر کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ اس زمانہ سے پہلے بھی کبھی سارے جہان پر عذاب آیا ہے۔ اگر بغداد پر تباہی آئی۔ تو اس وقت سپین کی حکومت زوروں پر تھی اگر مصر تباہ ہؤا۔ تو دوسرے ممالک میں مسلمانوں کی حکومت قائم تھی غرض آج سے پہلے کوئی تباہی ایسی نہیں آئی۔ کہ جو تمام جہان پر محیط ہو۔ لیکن آج وہ زمانہ ہے۔ جبکہ تمام دنیا پر عذاب آیا ہؤا ہے۔ قطب شمالی سے لیکر قطب جنوبی تک جہاں کہیں بھی اسلامی حکومت ہے۔ اس میں ضعف ہی ضعف ہے۔ افغانستان ایک ریاست سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ایران

کی حالت ایسی قابل رحم ہے۔ کہ وہاں کی حکومت نے پندرہ لاکھ روپیہ روس سے قرض مانگا تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ کوئی گارنٹی دو۔ تب مل سکیگا۔ حالانکہ ہمارے ہندوستان میں کئی سیٹھ ایسے ہیں۔ کہ اگر وہ اتنا قرضہ مانگیں۔ تو فوراً مل جائے۔ لیکن ایران کی حکومت پندرہ لاکھ قرضہ مانگتی ہے لیکن کوئی نہیں دیتا۔ صرف اس خیال سے کہ ہمارا روپیہ ضائع نہ ہو جائے ترکوں کی حالت بھی بدتر ہے۔ مصر اب آزاد نہیں رہا۔ طرابلس مراکو وغیرہ کی حکومت تو مدت ہوئی جاتی رہیں۔ غرض اسوقت مسلمانوں کی کوئی حکومت حکومت کہلانے کی مستحق نہیں رہی۔ اسکے علاوہ تجارت میں دیکھو۔ تو یہ سب سے پیچھے ہیں۔ علم میں دیکھو۔ تو یہ سب سے پیچھے ہیں۔ اتفاق اور اتحاد میں دیکھو۔ تو یہ سب سے گئے گذرے ہیں۔ پھر اگر دنیا پر کوئی تباہی اور ہلاکت آتی ہے۔ تو اس سے بھی مسلمانوں کو ہی سب سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ باقی رہی ساری دنیا۔ موجودہ جنگ کی وجہ سے وہ بھی تباہ ہو رہی ہے۔ کوئی ملک اور کوئی علاقہ ایسا نہیں جسے اس جنگ کی وجہ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کچھ نہ کچھ نقصان نہ پہنچ رہا ہو۔ پھر تمام دنیا پر اس تھوڑے سے عرصہ میں اس کثرت سے زلزلے آئے ہیں۔ کہ جسقدر پہلے سو سال کے عرصہ میں بھی نہیں آئے۔ طاعون دیکھو۔ اس سے ہندوستان کے تو بعض علاقے ہی تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ قحط تمام علاقوں میں پڑا ہی رہتا ہے۔ موسم دیکھو۔ تو ایسے تبدیل ہو رہے ہیں۔ کہ چند سال سے تو علم طبیعات کے ماہرین نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا ہے۔ کہ اب اس دنیا کے تباہ ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ بہار کا موسم گرمیوں میں چلا جاتا ہے۔ برسات سردیوں میں جا رہی ہے سردیوں کا موسم گرمیوں میں گھس رہا ہے۔ اور یہ تغیر کسی خاص علاقہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ ہر ایک ملک اور علاقہ میں ہو رہا ہے۔ یہ سب واقعات اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ تمام جہان کی طرف کوئی نبی آچکا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم تمام جہان کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور اب رسول اللہ کا ظل ہی نبی ہو سکتا ہے۔ اور جب آپ کا ظل نبی ہوگا۔ تو سارے جہان پر عذاب آنا چاہیئے۔ پس جب سارے جہان پر عذاب آرہا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ایسا نبی بھی آگیا ہو۔ اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

نبی پر اعتراض اور اُس کا جواب

ہر زمانہ میں ہر نبی پر ایک یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ یہ کہتا ہے۔ کہ میری وجہ سے عذاب آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت بھی نادان اور بے وقوف لوگ ہنسی اور ٹھٹھے کے طور پر یہی کہا کرتے تھے۔ کہ یہ اچھے نبی ہیں۔ جو ہمیشہ عذاب ہی کی خبر دیتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح ہمیں ڈراتے ہیں۔ حالانکہ انہیں جاننا چاہیئے تھا۔ کہ نبی کے لئے قرآن کریم نے یہی شرط لگائی ہے۔ کہ اس کے آنے پر عذاب آتا ہے۔ اور جب تک نبی نہیں آتا عذاب نہیں آسکتا۔ نبی کے آنے پر عذاب کے آنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے فرستادہ کو جو تعلیم دیکر بھیجتا ہے جب لوگ اس کا انکار کرتے اور دکھ دیتے ہیں تو اسے خدا تعالےٰ کی غیرت گوارا نہیں کرتی۔ اس لئے وہ ظالم اور شریر لوگوں پر عذاب نازل کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے

وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضرعون

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا۔ مگر اسوقت جبکہ اس کے اہل کو مالی مصائب اور جسمانی امراض کے ساتھ پکڑ لیا گیا۔ تاکہ ان میں عاجزی اور فروتنی پیدا ہو۔

عذاب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ کہ اس کے آنے کے وقت اس قوم کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ جس کے آنے پر توبہ کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ پھر ان کے بھی دو رنگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو افراد کے متعلق ہوتا ہے۔ اور یہ ہمیشہ ہی آتا رہتا ہے ایک وقت میں ایک شخص ایسے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ اور وہی شخص دوسرے وقت ایسے عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہوتا ہے۔

دوسرا وہ عذاب جو قوموں کے متعلق ہوتا ہے اسکی بھی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک وقت تو اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ مگر دوسرے وقت بند ہوتا ہے ان دونوں قسم کی مثالیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کثرت سے مل سکتی ہیں۔ مثلاً ابوجہل پر ایک ایسا زمانہ تھا۔ جبکہ اس کو کئی طریق سے سمجھایا گیا۔ کئی قسم کی تکالیف اور دکھوں کے ذریعہ اس کو متوجہ کیا گیا۔ لیکن وہ نہ سمجھا۔ اس کے بعد بدر کی جنگ میں اس پر ایسا عذاب آیا۔ کہ اس وقت اس کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ البتہ اس جنگ کے وقت تمام مکہ کے لئے بند نہ ہوا تھا۔ ہاں فتح مکہ کے بعد ان کے لئے ایسا عذاب آیا چنانچہ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے۔ باقی سب ہلاک ہو گئے۔ یا بھاگ گئے۔

قوموں پر توبہ کا دروازہ بند کرنے والا عذاب ایک وقفہ کے بعد آیا کرتا ہے پہلے کسی قدر عذاب دیکر کچھ عرصہ مہلت دے دی جاتی ہے۔ تاکہ جو کوئی توبہ کرنا چاہے کر لے۔ چنانچہ بہت سی سعید روحیں اس سے فائدہ اٹھا کر حق کو قبول کر لیتی ہیں۔ مگر جو لوگ اس سے کچھ فائدہ نہیں حاصل کرتے انکے لئے دوسرا عذاب آتا ہے۔

عذاب ہمیشہ نبی کو دکھ اور تکالیف دینے کی وجہ سے آیا کرتا ہے نہ کہ صرف اس پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے۔ جب کوئی قوم نبی کو دکھ دینا چھوڑ دے۔ تو اس سے عذاب بھی ٹل جاتا ہے یہی معنے ہیں اس کے کہ انکے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے لیکن جب کوئی قوم نبی کو دکھ اور تکلیف دینے میں حد سے بڑھ جائے۔ تو پھر خواہ ستانا چھوڑ دے تو بھی اس سے عذاب نہیں ٹلتا۔ یہ توبہ کا دروازہ بند ہونے کا مطلب ہے۔

ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس آباءنا الضراء والسراء فاخذنٰھم بغتۃ وھم لا یشعرون

خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ انہیں جو تکلیف پہنچ رہی تھی۔ اس کو ہم نے آرام سے بدل دیا۔ جب ان سے عذاب ٹل گیا۔ تو وہ بڑھنے اور پھلنے پھولنے لگے۔ انہوں نے بڑی ترقی شروع کی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہنے لگے۔ کہ ہمارے باپ دادوں کو بھی اسی طرح کی رنج و راحت پہونچا کرتی تھی کیا ہوا اگر ہم نے بھی کچھ عرصہ دکھ اٹھا لیا۔ پس جب انہوں نے خدا کے عذاب کو ایک اتفاقی بات قرار دیا۔ تو اللہ نے انکو اچانک پکڑ لیا۔ اور وہ بالکل نہ جانتے تھے۔

اس زمانہ میں بھی اکثر لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر اب طاعون پڑی ہے تو کیا ہوا۔ اور نگ زیب کے وقت بھی تو پڑی تھی جسطرح اب عذاب آ رہے ہیں اسی طرح پہلے بھی تو آیا کرتے تھے۔ پھر یہ مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل

”ایمان فروش علماء“

تیس ہزار (۳۰۰۰۰) روپیہ کے خواہشمند

انجمن احمدیہ میرٹھ کی طرف سے ایک اشتہار ”راستی موجب رضائے خدا است“ جس میں ساری کیفیت از ابتداء تا انتہاء جو اُس وقت سے اس وقت تک مابین ہمارے اور ہمارے مخالفین حضرات احناف و اہل حدیث کے عرصہ ۹-۱۰ ماہ سے جاری تھی۔ شائع ہوا تھا۔ جس سے امید قوی تھی۔ کہ مولوی صاحبان خصوصاً اور حق و سچائی کی تڑپ رکھنے والی روحیں عموماً اس سے فائدہ اٹھاتی ہوئی اپنی ہٹ و ضد سے باز آجائیں گی۔ اور چونکہ مولوی احمد علی صاحب کے متعلق اسمیں قصبہ انچولی ضلع میرٹھ کا صحیح واقعہ معہ دس ۱۰ گواہوں کے اس غرض سے دوبارہ دکھلایا گیا تھا۔ کہ مولوی احمد علی صاحب زبانی گفتگو بلا شرط جامع مسجد میں کرنے پر اسی وجہ سے آمادہ ہیں۔ کہ وہ قصبہ مذکور میں بھی تقریری توتو میں میں سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ اور اپنے ہی ہم عقیدہ حقی بھائیوں کی بلا دریغ تکذیب کر چکے ہیں۔ اس واسطے ان کی یہ درخواست جو ”آزمودہ را آزمودن خطاست“ کا مرتکب بنانی ہے۔ قابل پذیرائی نہیں +

مولوی احمد علی صاحب نے اپنے جوابی اشتہار جو جمعۃ الوداع ۱۳۳۴ھ ہجری کو دیا تھا۔ دس ۱۰ گواہوں میں سے محض ایک گواہ عاشق علی کو پیش کر کے ظاہر کیا ہے۔ کہ ”ان شہادتوں کی بابت تو صرف یہ کہنا کافی ہے۔ کہ عاشق علی اس عاجز سے ملا تھا۔ اُس نے حلفیہ بیان کیا۔ کہ یہ لوگ بُہ مفتری ہیں“۔ باقی نو گواہوں کا ذکر ہی اڑا دیا۔ کیا دنیا میں کوئی ایک بھی نظیر ایسی پائی جاتی ہے۔ اگر ہے تو پیش کرو۔ ان کنتم صٰدقین۔ کہ ایک گواہ والا تو سچا اور نو گواہ والا جھوٹا۔ اور پھر یہ ایک گواہ بھی جسے اب اپنے ساتھ ملا لیا گیا ہے۔ مولوی عبد المومن صاحب دیوبندی کا شاگرد ہے۔ پھر جبکہ اس کی شہادت اس کی اپنی ہی قلم سے لکھی ہوئی ہمارے پاس موجود ہے۔ اب اپنی تحریر کے خلاف بیان کر رہا ہے کہ جس سے اسکا خود جھوٹا ہونا ثابت ہے۔ علاوہ ازیں مولوی احمد علی صاحب نے تو صرف ایک گواہ ہمارے خلاف پیش کیا ہے۔ اور ہم دو ۲ تازہ شہادتیں علاوہ پہلی شہادتوں کے قصبہ انچولی کے واقعہ کے متعلق شہر میرٹھ ہی کے معزز و شریف مسلمانوں کی جو خدا کے فضل سے مشہور و معروف ہیں۔ اور عاشق علی کی طرح گم نام و نشان نہیں ہیں۔ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جنھوں نے حلفیہ اسطرح بیان فرمایا ہے اور وہ حق بیان کرتے ہیں ”از خدا شرم دار شرم مدار“ کے پورے پورے مصداق ہیں۔ **اوّل**۔ حافظ محمد عبد المجید صاحب سوداگر جفت و بوٹ بازار بزازہ شہر میرٹھ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ”قصبہ انچولی کے کچھ لوگ میرے پاس جوتے خریدنے آئے تھے میں نے اُن سے مولوی احمد علی صاحب کی بابت دریافت کیا۔ کہ مرزائیوں کے ساتھ کسطرح نمٹے۔ انھوں نے کہا۔ کہ درحقیقت مولوی صاحب جواب دینے سے رہ گئے“۔ دوم ۲۔ منشی حمید اللہ خان صاحب سابق سکرٹری انجمن اہلحدیث میرٹھ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ”چند اہل انچولی سے میری میرٹھ میں ملاقات ہوئی۔ مولوی احمد علی صاحب کے بارہ میں تحقیقات کی۔ انھوں نے ظاہر کیا۔ کہ واقعی مولوی احمد علی صاحب نے نماز عصر کے بعد واپس آنے اور مرزائیوں کو جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر نماز پڑھکر میرٹھ چلے گئے۔ اور وعدہ وفا نہ کیا“ +

اسی طرح حضرات اہلحدیث کے درخشندہ گوہر دو ۲ شش مولوی صاحبان جنکا نام لے لیکر تین چار دفعہ ٹھوک بجا کر جگایا۔ کہ آپ حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی کے متعلق جو آپکی ہی پانچ کتابوں مسلمہ و مقبولہ سے ماخوذ ہے۔ اسپر کچھ روشنی ڈالیں انھوں نے آٹھ ماہ کے بعد خواب غفلت سے جاگ کر جواب بھی دیا۔ تو حدیث کو باوجود اہلحدیث ہونے کے چھوا تک نہیں۔ جس سے اہل حق و بصیرت سمجھ ہی چکے ہوں گے۔ کہ حدیث مذکورہ سے وفات مسیح ثابت ہو چکی۔ کہ جنکا اُن کے پاس جواب نہیں ہے۔ اور یہی ہمارا مدعا تھا +

اب رہا وہ تیس ہزار روپیہ کا اشتہار جو اسطرح دیا گیا ہے۔ کہ ”دس ہزار روپے انعام اُس شخص کو دیا جائیگا۔ جو قرآن مجید سے حدیث شریف سے۔ لغت عرب سے۔ شعراء عرب کے کلام سے کوئی ایک بھی ایسی مثال پیش کر دے۔ کہ باب تفعل ہو۔ اور فعل کا فاعل خدا ہو۔ اور مفعول کوئی ذی روح ہو۔ (جیسا کہ انی متوفیک میں ہے۔ کہ فعل باب تفعل سے ہے۔ اور اُس کا فاعل خدا ہے اور مفعول ذی روح حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں) اور پھر اس فعل کے روح قبض کرنے کے سوا کوئی اور معنے کیے ہوں“۔ اور بیس ۲۰۰۰۰ ہزار روپیہ انعام اسطرح۔ کہ ”اسلام تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو۔ تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے۔ جس میں یہ لکھا ہو۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے“۔ اگر کوئی شخص ایسی حدیث پیش کرے۔ تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپے تاوان دیں گے۔ اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کرلیں“۔

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک و صاف بناؤ گے یا نہیں
سچ سچ کہو جو بن نہ سکا اسکا کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں

اس انعامی چیلنج سے مولوی احمد علی نے فیصلۃ القدرت اور حافظ رحیم الدین اہلحدیث نے ”تیس ہزار روپیہ جمع کرو“ کی سرخیوں سے پے درپے دو اشتہار نکلے۔ روپوں کی خوشی میں اُن کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور انھیں حرص و آز نے ایسا خود رفتہ بنایا۔ کہ تحریف سے کام لینا بھی بُرا نہ سمجھا۔ اور ہماری اصل عبارت کو توڑ مروڑ کر اپنی طرف سے کچھ کا کچھ لکھ کر یہودیوں کے بھی کان کترے۔ اور مولوی احمد علی صاحب تو یہاں تک وارفتگی میں مدہوش ہو کر لکھ گئے۔ کہ ”روپے جج صاحب میرٹھ کے پاس جمع کر دو۔ اور کسی عیسوی مذہب کو ثالث قرار دو“ +

مولوی صاحب نے جس دیانت و امانت سے کام لے کر یہ فقرہ لکھا ہے۔ اسے ہر ایک صاحب بصیرت بخوبی سمجھ سکتا ہے کسی عیسائی صاحب کو جج بنانے سے مولوی صاحب کا کیا منشاء ہے۔ کیا حضرت مسیح کی وفات سے

مسیحی مذہب کی بنیاد ہی منہدم نہیں ہو جاتی۔ پھر ایسے امر کے متعلق کسی عیسائی صاحب کو جج بنانے کا اشارہ کیا اس بات پر دال نہیں۔ کہ مولوی صاحب حرص و آز میں بالکل از خود رفتہ ہو گئے ہیں۔ کیوں نہ جناب نے یہی تحریر فرما دیا۔ کہ اس کے بعد مجھے ہی حکم بنا دینا۔ کیونکہ اس میں اس روپیہ کے وصول ہو جانے کا زیادہ یقین ہو جاتا۔ کیونکہ مسیحیوں میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو دل سے مسیحیت سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ اور پھر بہت سے لوگ ان میں سے دیانت و امانت کے اصول پر کار بند ہیں پس گو مولوی صاحب نے انعام وصول کرنے کے لئے بہت کچھ پیشبندی کر لی ہے۔ لیکن پھر بھی آپ کی تجویز خطرہ سے خالی نہیں۔ پس چاہیئے۔ کہ مولوی صاحب یہ شرط لگا دیں۔ کہ انعامات کا فیصلہ میرے ہی سپرد کر دیا جاوے۔ تا کہ انعام کے حصول کی امید یقین سے بدل جائے۔ افسوس کہ اس زمانہ کے علماء کی حالت ایسی گر گئی ہے۔ کہ وہ حرص و آز میں اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ کہ ہم کہہ کیا رہے ہیں۔ کیا مولوی صاحب اس بات کو پسند کریں گے۔ کہ ایک آریہ سے بحث کرتے وقت اسلام اور ہندو مذہب میں فیصلہ کرنے کے لئے کسی مسیحی کو حکم مانیں۔ اور اس کے فیصلہ پر اپنے ایمان کا انحصار رکھیں۔ اگر نہیں۔ تو وہ کیونکر امید کر سکتے ہیں۔ کہ ہم آپ لوگوں سے بحث کرتے وقت اپنے ایمان کا انحصار کسی مسیحی کے فیصلہ پر رکھیں۔ اور خصوصاً جبکہ اس شخص کو حق پر قائم رکھنے کی کوئی دلیل ہمارے پاس نہ ہو۔

اگر آپ یہ کہیں۔ کہ پھر ہمیں کیا امید ہو سکتی ہے۔ کہ آپ انعام دیدیں گے۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ ہم ایک کاغذ پر اقرار نامہ معہ مفصل شرائط انعام کے لکھ دیتے ہیں پس اگر باوجود آپکے شرائط کے پورا کر دینے کے ہم آپکو انعام نہ دیں۔ تو آپ عدالت کے ذریعہ سے فیصلہ کرا سکتے ہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں۔ کہ عدالت میں جو مجسٹریٹ ہوگا۔ وہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ہندو یا مسیحی ہو۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ عدالت کی کرسی پر جو مجسٹریٹ بیٹھا ہو۔ وہ جج کی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کے اوپر کئی عدالتہائے اپیل ہوتی ہیں۔ اور اس کی دنیاوی ترقی اس کے انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ اور وہ جانتا ہے۔ کہ اگر میں نے بے انصافی کی۔ تو اوپر سے باز پرس کرنے والے موجود ہیں۔ اور اگر وہ غلطی بھی کر بیٹھے۔ تو اس کے اوپر اور حکام ہیں۔ جو اسکی غلطی کو پکڑ سکتے ہیں۔ پس عدالت کا فیصلہ بہت حد تک محفوظ ہوتا ہے۔ اور عام حکم بوجہ آزاد اور بے خوف ہونے کے طرفداری کے پہلو سے محفوظ نہیں ہوتا۔ پس اول تو ہم ہر اس شخص کو جو ان مطالبات کو پورا کرے۔ جو ہم نے لکھے ہیں۔ انعام دینے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور بصورت عدم ایفاء عہد عدالت کا دروازہ کھلا ہے۔ جس کے لئے ہم ایسی تحریر دینے کے لئے تیار ہیں جو ہمیں عدالت میں مطالبات کے پورے ہونے پر انعام دینے کی پابند کرے۔

اور اگر آپ کو کسی اپنے مسیحی بھائی کے ہی حکم بنانے پر اصرار ہے اور عدالتوں کی نسبتی طور پر منصفانہ کارروائی کو آپ اپنے لئے خطرناک خیال کرتے ہیں۔ تو ہم بعض شرائط پر جن سے ہمیں اطمینان ہو جائے۔ کہ حکم ناجائز طرفداری نہیں کرے گا۔ عدالت کے سوا دوسرے شخص کو بھی حکم بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اور وہ شرائط یہ ہیں۔

۱۔ حکم آپ تجویز کریں۔ لیکن یہ حکم ایسا ہونا چاہیئے جسکی اپنی جائیداد کم سے کم مقرر کردہ انعام کے برابر ہو۔ تا کہ اس پر سازش کے شبہ کا احتمال بہت حد تک کم ہو جائے۔

۲۔ ایک مجمع عام میں آپ اپنی اولاد کو لیکر اسبات پر قسم کھائیں۔ کہ میں اس خدا کی قسم کھا کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہتا ہوں۔ کہ فلاں شخص امین اور دیانت دار ہے۔ اور ہرگز اس معاملہ میں فیصلہ دیتے وقت بے ایمانی نہیں کرے گا۔ بلکہ بے طرفدارانہ فیصلہ دیگا۔ اور اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہوں۔ تو خدا تعالے کا غضب اور اس کی لعنت مجھ پر اور میری اولاد پر نازل ہو۔ اگر آپ کہیں۔ کہ میں ایسی قسم کیونکر کھا سکتا ہوں مجھے کیا معلوم ہے۔ کہ وہ شخص ضرور درست ہی فیصلہ دیگا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ پھر دین کے متعلق کسی ایسے شخص کو حکم کیونکر مان لیں جو بوجہ تعصب مذہبی کے طرفداری کے بہت قریب ہے۔ اور جس کی نسبت خود آپ کو یقین نہیں۔ کہ بے طرفدارانہ فیصلہ دیگا۔ اور جس کی نسبت ہمیں شک ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اسے نصف انعام کا امیدوار کر کے اپنے ساتھ ملا لیں۔

۳۔ وہ حکم خود قسم کھائے۔ کہ میں جو کچھ فیصلہ دونگا۔ حق دونگا۔ اور اگر اس کے خلاف کروں۔ تو مجھ پر اور میری اولاد پر خدا تعالے کا غضب اور اسکی لعنت ہو۔

۴۔ اگر منصف فیصلہ آپ لوگوں کے حق میں دے۔ تو قسم کے وبال کا انتظار کرنے کے لئے ایک سال کی مہلت ہوگی جس عرصہ میں اسکا اثر دیکھا جائیگا۔ اور اگر اس عرصہ میں حکم اور مولوی صاحب کسی عذاب آسمانی کے ماتحت (جس میں انسانی ہاتھ کا دخل بالکل نہ ہو) ہلاک و تباہ نہ ہوئے۔ تو پھر مولوی صاحب کے سپرد وہ انعام کر دیا جائیگا۔

ہم اسبات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ فیصلہ کے بعد اگر وہ فیصلہ ہمارے خلاف ہو۔ تو موعودہ رقم کسی ثالث کے پاس جمع کرا دیں گے۔ جو بعد انقضاء مدت مقررہ اگر مولوی صاحب اپنی قسم کے وبال میں نہ پکڑے گئے ہوں۔ تو اس رقم کو مولوی صاحب کے سپرد کر دیگا۔

باقی رہا مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ بیس ہزار روپیہ پہلے جمع کرا دو۔ تب ہم آپکے مطالبات پورے کریں گے۔ سو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ ہم اس بات کے لئے بھی تیار ہیں۔ لیکن ضرر سے بچنے کے لئے اسکے لئے بھی مندرجہ ذیل شرائط مقرر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ مولوی صاحب ہمارے پہلے اشتہار کی اصل عبارت نقل کر کے اس کے نیچے اپنی طرف سے اس مضمون کی عبارت لکھ کر عام طور پر شائع کر دیں۔ کہ میں ان مطالبات کے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ ہم اس وقت کے علماء کی کارروائیوں سے اس حد تک آگاہ ہو چکے ہیں کہ ان سے کسی صورت مطمئن نہیں ہو سکتے۔ ممکن ہے۔ بعد میں آپ مطالبات ہی اور بدل دیں۔ پس پہلے خود اپنے دستخطی اشتہار کے ذریعہ سے ہمارے مطالبات ہمارے الفاظ میں ہی شائع کریں۔ اور اسکے نیچے لکھ دیں۔ کہ ہم ان مطالبات کو انہی شرائط کے ساتھ جو انمیں مذکور ہیں۔ پورا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تا کہ عوام بھی ہمارے مطالبات سے آگاہ ہو جائیں اور اگر کوئی شخص ان کو دھوکا دینا چاہے۔ کہ ہم نے مطالبات پورے کر دئے ہیں۔ تو وہ انہیں کی تحریر سے انہیں ملزم کر سکیں۔ اور حق ان پر کھل جائے۔

۲۔ شرط یہ ہے۔ کہ چونکہ ہماری جماعت اپنی وسعت کے مطابق ہر وقت دینی خدمات کے لئے روپیہ خرچ کرتی رہتی ہے اور ہمارے پاس روپیہ جمع نہیں رہتا۔ اسلئے ہمیں روپیہ جمع کرنے میں ضرور بہت سے اخراجات برداشت کرنے پڑیں گے مثلاً بیس ہزار روپیہ جو مختلف جماعتوں سے طلب کیا جائیگا۔ تو اس کے آنے کی منی آرڈر فیس تین سو روپیہ کے قریب ہوگی۔

اور اگر وہ پھر واپس کیا جائے۔ تو تین سو روپیہ پھر خرچ کرنا ہوگا۔ اسی طرح روپیہ جمع کرنے پر اور کئی قسم کے اخراجات ہوں گے۔ پس اگر بلا کافی اطمینان کے ہم روپیہ جمع کرا دیں اور مولوی صاحبان پھر بعد میں خاموش ہو جائیں۔ تو ہمارا بے فائدہ نقصان ہوتا ہے۔ اور شریر آدمیوں کو تو یہ مشغلہ مل سکتا ہے۔ کہ ہر ایک شہر میں ہمیں دق کرنے کے لئے ایسا اشتہار دیدیں۔ کہ تم روپیہ جمع کراؤ۔ ہم تمہارے مطالبات پورے کرنے کو تیار ہیں۔ اور جب ہم روپیہ جمع کریں۔ تو خاموش ہو جائیں۔ اور اسطرح ہزاروں روپیہ کا نقصان ہمیں پہنچ سکتا ہے۔ پس اس نقصان سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ جو لوگ روپیہ پہلے جمع کرانے پر زور دیں۔ ان سے ہم بھی یہ شرط کریں۔ کہ وہ چند صاحب جائداد اور باحیثیت آدمیوں کی ضمانت سے ایک تحریر ہمیں دے دیں۔ جس میں اول ہمارے مطالبات ہماری اپنی عبارت میں بغیر تغیر و تبدل و قطع و برید کے درج ہوں۔ اور اسکے نیچے یہ تحریر ہو۔ کہ فلاں ابن فلاں اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ وہ ان مطالبات کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور یہ کہ اگر فریق ثانی کے روپیہ جمع کرنے پر وہ مقابلہ میں نہ آئیں۔ یا مقابلہ میں تو آجائیں۔ لیکن مطالبات پورے نہ کر سکیں۔ تو وہ ایک ہزار روپیہ بطور ہرجانہ فریق ثانی کو دیں گے۔ اور وہ روپیہ کسی ثالث کے پاس جو مسلم فریقین ہو۔ جمع کرا دیں۔ تاکہ ہمیں بھی اطمینان ہو جائے۔ کہ یہ جوش صرف دکھانے کا نہیں۔ بلکہ حقیقی ہے۔ اور ہم سے روپیہ جمع کرانے کا مطالبہ صرف دق کرنے کیلئے نہیں بلکہ اپنی تسلی کے لئے ہے۔ اور اگر آپ کہیں۔ کہ یہ شرط اصل اشتہار میں نہیں تھی۔ اسلئے اب نہیں لگائی جاسکتی تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اصل اشتہار میں یہ بھی کہیں نہیں لکھا۔ کہ ہم تیس ہزار روپیہ پہلے جمع کرا دیں گے۔ چونکہ آپ ایک نیا مطالبہ ہم سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں تکلیف کا احتمال ہے۔ اسلئے جسطرح آپ نے اپنی تسلی کے لئے بعض شرائط پیش کی ہیں۔ ہم بھی اپنی تسلی کے لئے بعض شرائط پیش کرنے کے مجاز ہیں۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے۔ کہ آپ ایک تحریر لکھ کر ہمیں دیدیں۔ کہ اگر ہم ایسی حدیث نہ دکھا سکے۔ تو اپنے عقائد سے توبہ کریں گے۔ اور وفات مسیح کے حق ہونے کا اعلان کریں گے۔

آخر میں ہم تمام طالبان صداقت کی خدمت میں مخلصانہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے اس اشتہار پر اور مولوی صاحبان کے اشتہارات پر غور کر کے دیکھیں۔ کہ کون شخص بلاوجہ حیل و حجت کر رہا ہے۔ اور حق کو چھپانا چاہتا ہے کیا اگر کوئی حدیث مولوی صاحبان کو ایسی معلوم تھی جس میں صاف طور پر حضرت مسیح کے جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر جانے کا ذکر تھا۔ اور دوبارہ لوٹنے کا وعدہ تھا۔ تو اسوقت تک کہ ہزاروں لاکھوں آدمی احمدی ہوگئے ہیں۔ انھوں نے اس حدیث کو پیش کر کے خلق خدا کو گمراہی سے کیوں نہ بچایا؟ اور کیوں اس وقت تک خاموش رہے؟ پھر روپیہ کا اعلان پڑھ کر کیوں ان کو جوش پیدا ہوا؟ کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ان لوگوں کا ایمان روپیہ ہے۔ اور خدا اور اس کے رسول سے انکو ہرگز کوئی محبت نہیں۔ اور جبکہ ان کو کوئی ایسی حدیث مل گئی تھی۔ تو اس کے شائع کرنے میں اسقدر دیر کیوں ہے۔ اور کیوں اسکے شائع کرنے کے لئے ایسی شرائط لگا رہے ہیں۔ کہ جنکا صاف مطلب یہ ہے کہ احمدی اپنے صریح نقصان کو دیکھ کر نہ ان شرائط کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور نہ ہمیں اس حدیث کے دکھانے کا موقعہ ملیگا۔ فرض کرو۔ کہ اگر احمدی جماعت اس خیال سے کہ ہم سے دھوکہ کیا جاتا ہے۔ اور صرف ہمیں مالی نقصان پہونچانا مقصود ہے۔ روپیہ جمع نہ کرائے۔ تو کیا مولوی صاحبان بالکل خاموش ہو جائیں گے۔ جبکہ ہم اس بات کا اقرار نامہ لکھ کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ کہ ہم ان مطالبات کے پورا ہونے پر تیس ہزار روپیہ ادا کر دیں گے۔ اور اس تحریر پر ایسے لوگوں کے دستخط کرانے کے لئے بھی تیار ہیں جنکی جائداد لاکھوں روپیہ کی ملکیت کی ہے۔ اور صرف روپیہ پیشگی جمع کرانے پر ہمیں اعتراض ہے۔ کیونکہ ہمیں شک ہے۔ کہ اس شرط سے اصل مقصد صرف ہمیں تکلیف دینا ہے۔ تو کیوں مولوی صاحب پیشگی روپیہ جمع کرانے پر زور دیتے ہیں۔ اگر فرض کرو۔ کہ مولوی صاحب وہ حدیث دکھا دیں۔ اور احمدی نعوذ باللہ اپنے اقرار سے پھر جائیں۔ تو کیا مولوی صاحبان کا کچھ نقصان ہے۔ مولوی صاحبان نے اس حدیث کے حاصل کرنے میں کسقدر روپیہ خرچ کیا ہے۔ جس کے ضائع ہونیکا ان کو خطرہ ہے؟ پھر کیا عدالتوں کے دروازے نہیں کھلے۔ کیا عدالت کے ذریعہ روپیہ وصول نہیں کر سکتے؟

لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے۔ ہم مولوی صاحب کی آتش حرص کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ اور اگر مولوی صاحبان کو تیس ہزار روپیہ ایک جگہ جمع دیکھنے کا ہی شوق ہے۔ تو اسپر بھی ہم آمادہ ہیں۔ لیکن صرف حفظ ما تقدم کے لئے ہم یہ شرط چاہتے ہیں۔ کہ مولوی صاحبان ایک ہزار روپیہ پیشگی جمع کرا دیں۔ اور ہمیں تحریر لکھدیں۔ کہ اگر وہ ہمارے مطالبات پورے نہ کر سکے۔ تو ایک ہزار روپیہ ہمارے نقصان کا ہمیں دیں گے۔ اور اسپر چند باحیثیت آدمیوں کے دستخط ہوں۔ اور اگر اسپر بھی مولوی صاحب میدان مقابلہ میں نہ آئے۔ تو صاف سمجھا جائیگا۔ کہ ان کا منشاء صرف اس موت کے پیالہ کو کسی طرح ٹلانا تھا۔

ہم آخر میں اپنے غیر احمدی احباب کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے علماء اور احمدی علماء میں فرق دیکھیں۔ کیا کبھی کوئی کسی احمدی عالم کی نسبت بتا سکتا ہے۔ کہ اس نے آیات قرآنیہ یا احادیث نبوی کو اسلئے چھپا رکھا ہو۔ کہ لوگ انعام مقرر کریں۔ تو پھر میں ان کو ظاہر کروں گا۔ لیکن ان علماء کو دیکھیں۔ کہ یہی نہیں۔ کہ ایک حدیث جو ان کے خیال میں ان کو ایسی ملی ہے۔ جو احمدیت اور غیر احمدیت کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ اسے انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ بلکہ جبکہ ان کے لئے ان کے مخالف انعام مقرر کرتے ہیں۔ تاکسی طرح وہ حدیث لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ تو فضول شرائط سے اس کو ٹلانا چاہتے ہیں۔ صاحب بصیرت کے لئے یہ فرق ہی جھوٹ سچ میں فرق کرنے کے لئے کافی ہے۔